URDU

D II (H) Paper III

Dr Md. Monauwar. Alam
Dept of Urdu
R. N. College, Pandaul
27/4/2020

Topic:- Dard Minnat Kash-e-Dawa (Ghalib)

غالب کی غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

پیش نظر شعر غالب کی مشہور غزل کا مطلع ہے۔ اس میں غالب فرماتے ہیں کہ میرا مرض عشق سے صحت یاب نہ ہو سکا تو اس میں کوئی حرج یا افسوس کی بات نہیں ہے۔ بلکہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ اگر میں کسی معالج سے یا کسی دوا سے اچھا ہو جاتا تو یہ مجھ پر دوا کا احسان ہو جاتا۔ اس لئے میرے حق میں میرا اچھا نہ ہونا بہتر ہے۔

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا

مذکورہ بالا شعر بھی غالب کی غزل سے ماخوذ ہے۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب اگر تم کو مجھ سے کوئی شکایت تھی تو تم تنہائی میں مجھ سے کہہ سکتے تھے۔ تم رقیبوں کو جمع کرکے میری توہین کر رہے ہو۔ آخر گلہ ہے کوئی تماشا تو نہیں ہے جسے تم کئی لوگوں کے سامنے کر رہے ہو۔ اس شعر میں محبوب سے ناراضگی کا اظہار غالب نے کیا ہے۔

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

یہ شعر بھی غالب کی غزل سے لیا گیا ہے۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے شیریں لبی کو نئے انداز سے ثابت کیا ہے۔ اور اسی میں شعر کا لطف ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ تیرے لبوں کی شیرینی کا یہ عالم ہے کہ تو نے جو گالیاں رقیب کو دیں وہ بھی ان لبوں کی تاثیر سے شیریں ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گالیاں کھا کے بھی رنجیدہ نہیں ہوا۔

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

مذکورہ شعر بھی غالب کی غزل کا ہے۔ اس شعر میں شوخی کا رنگ نمایاں ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ آج میرے محبوب کی آمد کی خبر گرم ہے مگر افسوس کہ میں مفلسی کی وجہ سے اپنے محبوب کے استقبال کے لئے کوئی اہتمام نہیں کر سکتا ہوں۔ لفظ "بوریا" سے مراد یہ ہے

Scanned with CamScanner

غالب کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جیسا کہ سب جانتے ہیں غالب کی زندگی تنگدستی میں گزری ہے۔ آج ہی کے دن جبکہ میرے محبوب کی آمد ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

؎ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ شعر غالب کی غزل کا ہے۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ یہ زندگی تو اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اگر مرنے کے بعد ہم نے اس کی عطا کردہ جان (زندگی) اسے واپس کر دی تو ہم نے کوئی کمال نہیں کیا۔ کیونکہ جس کی کوئی امانت ہوتی ہے اس کو واپس کرنے میں کوئی خوبی یا کمال نہیں ہے۔ لیکن یہ ہمارا فرض تھا کہ جس طرح زندگی گزارنا چاہیے تھا، ٹھیک عمل کرنا چاہیے تھا ہم نہ کر سکے۔

؎ کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

غالب نے اس شعر میں نیا انداز پیدا کیا ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ آج تک میری بندگی کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کیا میری بندگی نمرود کی خدائی تھی۔ یعنی جس طرح نمرود کی خدائی سے کسی کا فائدہ نہیں ہو سکا۔ اسی طرح غالب کہتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی عبودیت کا اعتراف کیا۔ مگر افسوس کہ اس سے بھی میرا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ یعنی غالب کی زندگی میں کبھی خوشحالی نہیں آئی۔

؎ کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

یہ شعر غالب کی غزل کا مقطع ہے۔ اس میں دراصل غالب یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ غزل پر گرفت رکھتے ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ غالب کسی شہزادے کے یہاں مشاعرے میں شریک ہوئے تھے۔ مگر وہ طرحی مشاعرہ تھا اور غالب طرحی غزل نہ کہہ سکے تھے۔ لیکن اپنی عزت رکھنے کے لئے انہوں نے یہ غزل کہہ ڈالی اور مشاعرے میں پڑھی اور مقطع سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی یہ شکایت نہ کر سکے کہ غالب نے غزل نہ کہی۔

غالب کی غزل

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

یہ شعر مرزا اسد اللہ خان غالب کی غزل کا مطلع ہے۔ غالب بہت ہی خوبصورت انداز میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح ایک قطرہ جب دریا میں مل جاتا ہے تو بظاہر لگتا ہے کہ وہ قطرہ فنا ہو گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قطرہ سمندر سے مل جاتا ہے اس کے پاس چلا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح انسان کی زندگی میں پریشانی غم اور دکھ درد حد سے گزرتا ہے تو انسان مر جاتا ہے لیکن انسان بظاہر تو مرتا ہے لیکن حقیقت میں اپنے مالک کے پاس چلا جاتا ہے۔ جو عشرت و مسرت کی بات ہوتی ہے۔

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
ہو گیا ہے ناخن کا جدا ہو جانا

اس شعر میں غالب نے یہ بات بتانے کی کوشش کی ہے کہ اے میرے محبوب میرے دل سے تیری محبت نہیں جا سکتی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ناخن گوشت سے جدا نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے دل سے تیری انگشتِ حنائی کی یاد نہیں نکل سکتی ہے۔

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا ہر شخص کے لئے باعثِ مسرت ہوتا ہے۔ کھلنا سے مراد بارش کا ختم ہونا ہے۔ ٹھیک اسی طرح محبوب کی جدائی میں روتے روتے فنا ہو جانا میرے لئے مسرت کی بات ہے کیونکہ عاشق کا مقصدِ حیات ہی ہے کہ وہ محبوب کی جدائی میں فنا ہو جائے۔

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

غالب مقطع میں فرماتے ہیں کہ انسان قدرت کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر کرے۔ قدرت نے اسے دو آنکھیں عطا کی ہیں تو اسے چاہیے کہ فطرت کے تمام مناظر سے لطف اندوز ہو۔ جب انسان ایسا کرے گا تو اسے ہر شے حسین نظر آنے لگے گی۔